نور المصابیح فی مسئلۃ التراویح

تحقیق وترتیب : مولانا حافظ زبیر علیزئی حضرو (ضلع اٹک)

الحمد لله وحده والصلوة والسلام علی من لانبی بعده، امابعد :

مسئلہ : ہمارے امام اعظم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز کے بعد صبح کی نماز تک گیارہ رکعت پڑھتے تھے۔

دلیل نمبر ۱ : ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ (کان رسول الله ﷺ یصلی فیما بین ان یفرغ من صلاة العشاء، وهی التی یدعو الناس العتمة الی الفجر احدی عشرة رکعة یسلم بین کل رکعتین ویو تر بواحدة ...)الخ۔ ترجمہ :رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد صبح تک گیارہ رکعات پڑھتے تھے اور ہر دو رکعتوں پر سلام پھیرتے تھے اور ایک وتر پڑھتے تھے" عشاء کی نماز کو لوگ "عتمہ" (بھی) کہتے ہیں۔(صحیح مسلم ج۔۱، ص۔ ۲۵۴)

دلیل نمبر ۲ : ابو سلمہ بن عبدالرحمٰنؒ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کی رمضان میں (رات کی) نماز (یعنی تراویح) کیسی ہوتی تھی ؟ تو ام المومنینؓ نے فرمایا :

(ما کان یزید فی رمضان ولافی غیره علی احدی عشرة رکعة...) الخ

یعنی :" رمضان ہو یا غیر رمضان، رسول اللہ ﷺ گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے "الخ

(صحیح بخاری :۱/ ۲۶۹، عمدۃ القادری :۱۱ / ۱۲۸، کتاب الصوم، کتاب التراویح باب فضل من قام رمضان)۔

ایک اعتراض : اس حدیث کا تعلق تہجد کے ساتھ ہے ؟

جواب : تہجد، تراویح، قیام اللیل، قیام رمضان، وتر.... ایک ہی نماز کے مختلف نام ہیں۔

دلیل نمبر ۱ : نبی ﷺ سے تہجد اور تراویح کا علیحدہ علیحدہ پڑھنا قطعاً ثابت نہیں ہے۔

دلیل نمبر ۲ : ائمہ محدثین نے سیدۂ کائنات عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پر قیام رمضان اور تراویح کے ابواب باندھے ہیں۔ مثلاً

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الصوم (روزے کی کتاب) کتاب صلوۃ التراویح (تراویح کی کتاب) باب فضل من قام رمضان۔

۲۔ موطا محمد بن الحسن الشیبانی :۱۴۱، باب قیام رمضان ومافیہ من الفضل، مولوی عبدالحئ لکھنوی حنفی نے اسکے حاشیہ پر لکھا :"قوله:قیام شهر رمضان ویسمی التراویح "یعنی "قیام رمضان اور تراویح ایک ہی چیز ہے"

۳۔ السنن الکبریٰ بیہقی ج۔۲، ص۔ ۴۹۵، ۴۹۶، "باب ماروی فی عدد رکعات القیام فی شهر رمضان"۔

دلیل نمبر ۳ : متقدمین میں سے کسی محدث یا فقیہ نے یہ نہیں کہا کہ اس حدیث کا تعلق تراویح کے ساتھ نہیں ہے
دلیل نمبر ۴ : اس حدیث کو متعدد اماموں نے بیس رکعات والی موضوع و منکر حدیث کے مقابلہ میں بطور معارضہ پیش کیا ہے: مثلاً

۱۔ امام زیلعی حنفی (نصب الرایہ ج۔ ۲، ص۔ ۱۵۳)
۲۔ امام ابن حجر العسقلانی (الدرایہ ج۔ ۱، ص۔ ۲۰۳)
۳۔ امام ابن ہمام حنفی (فتح القدیر ج۔ ۱، ص۔ ۴۶۷ طبع دار الفکر)
۴۔ امام عینی حنفی (عمدۃ القاری ج۔ ۱۱، ص۔ ۱۲۸)
۵۔ امام سیوطی (الحاوی للفتاوی ج۔ ۱، ص۔ ۳۴۸) وغیرہم)

دلیل نمبر ۵ : سائل کا سوال صرف قیام رمضان سے تھا، جس کو تراویح کہتے ہیں۔ تہجد کی نماز کے بارے میں سائل نے سوال ہی نہیں کیا تھا۔ بلکہ حضرت عائشہؓ نے جواب میں سوال سے زائد نبی ﷺ کے قیام رمضان و غیر رمضان کی تشریح فرمادی۔ لہذا اس حدیث سے گیارہ رکعات تراویح کا ثبوت صریحاً ہے۔ (ملخصاً من خاتمہ اختلاف ص۔ ۶۴ باختلاف یسیر)

دلیل نمبر ۶ : بعض لوگوں کا یہ دعوی ہے کہ تہجد اور تراویح علیحدہ علیحدہ دو نمازیں ہیں۔ ان کے اصول پر نبی ﷺ نے ۲۳ رکعات تراویح (۲۰+۳ وتر) پڑھیں جیسا کہ ان لوگوں کا عمل ہے اور اسی رات کو گیارہ رکعات تہجد (۸+۳ وتر) پڑھے۔ (جیسا کہ ان کے نزدیک صحیح بخاری کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے)

یہاں پر اشکال یہ ہے کہ اس طرح تو یہ لازم آتا ہے کہ ایک رات میں آپ نے دو دفعہ وتر پڑھے۔ حالانکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: "لا وتران فی لیلة" "ایک رات میں دو وتر نہیں ہیں۔ (ترمذی ج۔ ۱، ص۔ ۱۰۷، ابو داؤد، نسائی، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان وغیرہ)

اس حدیث کے بارے میں امام ترمذی نے فرمایا: "هذا حديث حسن غريب" یاد رہے کہ اس حدیث کے سارے روای ثقہ ہیں۔ (تقریب، تہذیب وغیرہ)

چونکہ رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل میں تضاد نہیں ہو سکتا، لہذا یہ ثابت ہو گیا کہ آپ ﷺ نے رات میں صرف ایک دفعہ وتر پڑھا ہے۔ آپ ﷺ سے صرف ۱۱ رکعات (۸+۳ وتر) ثابت ہیں۔ ۲۳ ثابت نہیں (۲۰+۳ وتر) لہذا تہجد اور تراویح میں فرق کرنا باطل ہے۔

دلیل نمبر ۷ : مولوی انور شاہ کشمیری حنفی دیوبندی نے یہ تسلیم کیا ہے کہ تہجد اور تراویح ایک ہی نماز ہے اور ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ دیکھئے فیض الباری ج۔ ۲، ص۔ ۴۲۰، العرف الشذی ج۔ ۱، ص۔ ۱۶۶،

یہ مخالفین کے گھر کی گواہی ہے ؎ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

دلیل نمبر ۸ : امیر المومنین عمر بن الخطابؓ بھی تہجد اور تراویح دونوں کو ایک سمجھتے تھے۔(فیض الباری : ۲ / ۴۲۰)

دلیل نمبر ۹ : متعدد علماء نے اس شخص کو تہجد پڑھنے سے منع کیا ہے جس نے نماز تراویح پڑھ لی ہو۔ قیام اللیل للمروزی ص۔ بحوالہ فیض الباری : ۲ / ۴۲۰۔

یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان علماء کے نزدیک تہجد اور تراویح ایک ہی نماز ہے۔

دلیل نمبر ۱۰ : سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاریؓ کی روایت :

(صلی بنا رسول الله ﷺ فی رمضان ثمان رکعات والوتر)الخ، بھی اس کی موید ہے جیساکہ آگے بالتفصیل آرہا ہے۔لہذا اس حدیث کا تعلق تراویح کے ساتھ یقیناً ہے۔ وتلك عشرة كاملة۔

دلیل نمبر ۳ : سیدنا جابر الانصاریؓ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے رمضان میں نماز پڑھائی۔آپؐ نے آٹھ رکعتیں اور وتر پڑھے.....الخ،(صحیح ابن خزیمہ : ۲ / ۱۳۸۔ صحیح ابن حبان : ۴ / ۶۲،۶۴)

ایک اعتراض :اس کی سند میں (مختصر قیام اللیل للمروزی ص۔ ۱۹۷) محمد بن حمید الرازی کذاب ہے۔

جواب : اس حدیث کو یعقوب بن عبداللہ القمی سے محمد بن حمید کے علاوہ اور بھی بہت سے راویوں نے بیان کیا ہے۔

مثلاً :

۱ : جعفر بن حمید الکوفی (الکامل لابن عدی ج۔۵، ص۔۱۸۸۹، المعجم الصغیر للطبرانی ج۔۱، ص۔۱۹۰)

۲ :ابوالربیع (الزہرانی / مسند ابی یعلی الموصلی : ۳ / ۳۳۶، ۳۳۷ صحیح ابن حبان)

۳ : عبدالاعلی بن حماد (مسند ابی یعلی، الکامل لابن عدی)

۴ :مالک بن اسماعیل (صحیح ابن خزیمہ : ۲ / ۱۳۸) ۵ : عبداللہ یعنی ابن موسیٰ (صحیح ابن خزیمہ)

یہ سارے راوی ثقہ وصدوق ہیں، لہذا محمد بن حمید پر اعتراض غلط اور مردود ہے۔

دوسرا اعتراض :اسکی سند میں یعقوب القمی ضعیف ہے۔اسکے بارے میں امام دار قطنی نے کہا :"لیس بالقوی"۔

جواب :یعقوب القمی ثقہ ہے۔اسے جمہور علماء نے ثقہ قرار دیا ہے۔

۱۔نسائی نے کہا :"لیس به بأس" ۲ :ابوالقاسم الطبرانی نے کہا :"ثقة"۔

۳۔ابن حبان نے کتاب الثقات میں ذکر کیا (اور اس کی حدیث کو صحیح قرار دیا)

۴۔جریر بن عبدالحمید اسے "مومن آل فرعون" کہتے تھے۔

۵۔ابن مہدی نے اس سے روایت بیان کی۔(تہذیب التہذیب ج۔۱۱، ص۔۳۴۲، ۳۴۳)

اور ابن مہدی صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں۔(تدریب الراوی : ۱ / ۳۱۷)وغیرہ

٦۔حافظ ذہبی نے کہا : "صدوق" (الکاشف : ۳ / ۲۵۵)
۷۔ابن خزیمہ نے اس کی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔
۸۔نورالدین الہیثمی نے اس کی حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔
۹۔بخاریؒ نے تعلیقات میں اس سے روایت لی اور اپنی (التاریخ الکبیر : ۸ / ۳۹۱) میں اس پر طعن نہیں کیا۔ لہذا وہ ان کے نزدیک بقول تھانوی ثقہ ہے۔دیکھئے (قواعد فی علوم الحدیث : ۱۳۶) لظفر احمد التھانوی۔
۱۰۔ حافظ ابن حجر نے (فتح الباری : ۳ / ۱۰) میں اس کی منفرد حدیث پر سکوت کیا اور یہ سکوت اسکی حدیث کی تحسین یا تصحیح کی دلیل ہے۔
تیسرا اعتراض : اس روایت کی سند میں عیسی بن جاریہ ضعیف ہے، اس پر ابن معین ،الساجی، العقیلی ،ابن عدی اور ابوداوٗد نے جرح کی ہے۔بعض نے منکرالحدیث بھی لکھا ہے۔
جواب : عیسیٰ بن جاریہ جمہور علماء کے نزدیک ثقة، صدوق یاحسن الحدیث ہے۔
۱۔ابوزرعہ نے کہا : لا بأس به ۲۔ابن حبان نے الثقات میں ذکر کیا۔
۳۔ابن خزیمہ نے اس کی حدیث کی تصحیح کی۔ ۴۔الہیثمی نے اس کی حدیث کی تحسین کی۔
(مجمع الزوائد : ۲ / ۷۲) اور اسے ثقہ کہا (مجمع الزائد : ۲ / ۱۸۵)
۵۔البوصیری نے زوائد سنن ابن ماجہ میں اس کی حدیث کی تحسین کی (دیکھئے حدیث نمبر ۴۲۴۱)
٦۔الذہبی نے اس کی منفرد حدیث کے بارے میں "اسناده وسط" کہا۔
۷۔امام بخاریؒ نے (التاریخ الکبیر : ٦ / ۳۸۵) میں اس ذکر کیا ہے اور اس پر طعن نہیں کیا۔
۸۔حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس کی حدیث پر سکوت کیا۔ (۳ / ۱۰)
۹۔حافظ منذری نے اس کی ایک حدیث کو "باسناد جید" کہا (الترغیب والترہیب : ۱ / ۵۰۷)
۱۰۔ابو حاتم الرازی نے اسے ذکر کیا اور اس پر جرح نہیں کی۔دیکھئے (الجرح والتعدیل : ٦ / ۲۷۳)
اور ابو حاتم کا سکوت راوی کی توثیق ہوتی ہے (قواعد فی علوم الحدیث : ۲۴۸)
تلك عشرة كاملة، لہذا یہ سند حسن ہے۔
دلیل نمبر ۴۔ حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ : میں نے آٹھ رکعتیں اور وتر پڑھے رمضان میں اور نبیﷺ کو بتایا تو آپؐ نے کچھ نہیں فرمایا : "فكانت سنة الرضا" پس یہ رضا کی سنت بن گئی۔ (مسند ابی یعلی ۳ / ۲۳٦ ح ۸۰۱)
امام الہیثمی نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا :
"رواه ابو يعلى ،والطبراني بنحوه في الاوسط واسناده حسن" اسے ابو یعلی نے روایت کیا اور اسی

طرح طبرانی نے اوسط میں کیا اور اسکی سند حسن ہے۔(مجمع الزوائد : ۲/ ۷۴)

اس حدیث کی سند وہی ہے جو کہ جابرؓ کی حدیث کی ہے۔ دیکھئے ص۔۵ جناب مولوی سرفراز صفدر دیوبندی لکھتے ہیں "اپنے وقت میں اگر علامہ الہیثمی کو صحت اور سقم کی پرکھ نہیں تو اور کس کو تھی ؟"

(احسن الکلام : ۱/ ۲۳۳ توضیح الکلام : ۱/ ۲۷۹)

دلیل نمبر ۵ : سیدنا امیر المومنین عمر بن خطابؓ نے سیدنا ابی بن کعبؓ اور سیدنا تمیم الداریؓ کو حکم دیا کہ لوگوں کو (رمضان میں رات کے وقت) گیارہ رکعات پڑھائیں۔(موطا امام مالک : ۱/ ۱۱۴، السنن الکبری للبیھقی : ۲/ ۴۹۶)

یہ حدیث بہت سی کتابوں میں موجود ہے۔ مثلاً :

۱۔ شرح معانی الآثار ج : ۱/ ۱۹۳ "واحتج به"۔

۲۔ المختارة للحافظ ضیاء المقدسی (بحوالہ کنز العمال : ۸/ ۴۰۷)

۳۔ معرفة السنن والآثار البیھقی (ق۔۲/ ۳۶۷، ۳۶۸)

۴۔ قیام اللیل للمروزی ص۔۲۰۰۔

۵۔ مصنف عبد الرزاق (بحوالہ کنز العمال)۔

۶۔ مشکوۃ المصابیح : ۱۱۵۔

۷۔ شرح السنہ للبغوی : ۴/ ۱۲۰۔

۸۔ المہذب فی اختصار السنن الکبیر للذہبی : ۲/ ۴۶۱

۹۔ کنز العمال ج۔۸، ص۔۴۰۷

۱۰۔ السنن الکبری للنسائی بحوالہ تحفۃ الاشراف للمزی (۸/ ۲۲) وغیر ہم اس فاروقیؓ حکم کی سند بالکل صحیح ہے۔

دلیل نمبر ۱۔ اس کے تمام راوی زبردست قسم کے ثقہ ہیں۔

دلیل نمبر ۲۔ اس سند کے کسی راوی پر کوئی جرح نہیں ہے۔

دلیل نمبر ۳۔ اسی سند کے ساتھ ایک روایت صحیح بخاری کتاب الحج میں بھی موجود ہے۔

دلیل نمبر ۴۔ شاہ ولی اللہ الدہلویؒ نے "اہل الحدیث" سے نقل کیا ہے کہ موطا کی تمام احادیث صحیح ہیں۔

(حجۃ اللہ البالغہ : ۲/ ۲۴۱۔ اردو)

دلیل نمبر ۵۔ جناب طحاوی حنفی نے "فهذا يدل" کہہ کر یہ اثر بطور حجت پیش کیا ہے۔(معانی الآثار)

دلیل نمبر ۶۔ ضیاء المقدسی نے المختارة میں یہ اثر لا کر اسکا صحیح ہونا ثابت کر دیا ہے دیکھئے اختصار علم الحدیث ص۔۷۷

دلیل نمبر ۷۔ امام ترمذی نے اس جیسی ایک سند کے بارے میں کہا "حسن صحیح"۔

دلیل نمبر ۸۔اس روایت کو متقدمین میں سے کسی ایک محدث نے بھی ضعیف نہیں کہا۔
دلیل نمبر ۹۔امام باجیؒ نے اس اثر کو تسلیم کیا ہے۔(موطا بشرح الزرقانی:۱/۲۳۸)
دلیل نمبر ۱۰۔ مشہور حنفی محمد بن علی النیموی (متوفی ۱۳۲۲ھ) نے اس روایت کے بارے میں کہا۔"واسنادہ صحیح" (آثار السنن:۲۵۰)اور اس کی سند صحیح ہے۔

(لہذا بعض متعصب لوگوں کا پندرہویں صدی ہجری میں اسے مضطرب کہنا باطل اور بے بنیاد ہے)

سنت خلفائے راشدین:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:(فمن ادرك ذلك منكم فعليه بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين عضوا عليها بالنواجذ)(سنن ترمذی:۲/۹۶)۔

ترجمہ:"پس تم میں سے جو یہ (اختلاف) پائے تو اس پر (لازم) ہے کہ میری سنت کو لازم پکڑ لے اور میرے خلفاء راشدین مھدیین کی سنت کو پکڑ لے۔اسے اپنے دانتوں کے ساتھ (مضبوط) پکڑ لو۔

اس حدیث کے بارے میں امام ترمذیؒ نے فرمایا:"هذا حديث حسن صحيح" یہ یاد رہے کہ سیدنا عمرؓ کا خلیفہ راشد ہونا نص صحیح ہے اور اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (اقتدوا بالذين من بعدي ابي بكر وعمر) (سنن ترمذی:۲/۲۰۷) یعنی: "میرے بعد ان دو شخصوں ابوبکرؓ اور عمرؓ کی اقتداء (اطاطت) کرنا"۔

اس حدیث کے بارے میں امام ترمذی نے فرمایا:ھذا حدیث حسن"۔

لہذا ثابت ہوا کہ یہ فاروقیؓ حکم بھی حدیث مرفوع کے حکم میں ہے۔جبکہ مرفوع احادیث بھی اس کی تائید کرتی ہیں اور ایک بھی صحیح مرفوع حدیث اس کے مخالف نہیں ہے۔

دلیل نمبر ۶ : حضرت السائب بن یزید (صحابیؓ) سے روایت ہے :"كنا نقوم في زمان عمر بن الخطابؓ باحدى عشر ركعة..."الخ ترجمہ:"ہم (یعنی صحابہؓ) عمر بن خطابؓ کے زمانہ میں گیارہ رکعات پڑھتے تھے"الخ (سنن سعید بن منصور بحوالہ الحاوی للفتاوی:۱،ص ۳۴۹،حاشیہ آثار السنن ص۔۲۵۰)

اس روایت کے تمام راوی جمہور کے نزدیک ثقہ و صدوق ہیں اور جناب جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) نے اس کے بارے میں کہا: "وفي مصنف سعيد بن منصور بسندفي غاية الصحة"

ترجمہ:"اور یہ (گیارہ رکعات والی روایت) مصنف سعید بن منصور میں انتہائی درجہ کی صحیح سند کے ساتھ ہے"۔ (المصابیح فی صلوۃ التراویح للسیوطی ص۔۱۵،الحاوی للفتاوی:۱/۳۵۰)

لہذا ثابت ہوا کہ گیارہ رکعات قیام رمضان (تراویح) پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے (رضی اللہ عنہم اجمعین)

دلیل نمبر ۷۔ مصنف ابن ابی شیبہ (متوفی ۲۳۵ھ) میں ہے کہ : "ان عمر جمع الناس علی ابی وتمیم فکانا یصلیان احدی عشر رکعة" الخ (۲/ ۳۹۱، ۳۹۲)

ترجمہ : "بے شک حضرت عمرؓ نے لوگوں کو حضرت ابیؓ (بن کعب) اور حضرت تمیمؓ (داری) رضی الله عنهما پر جمع کیا، پس وہ دونوں گیارہ رکعات پڑھاتے تھے"۔

اس روایت کی سند بالکل صحیح ہے اور اسکے سارے راوی صحیح بخاری و مسلم کے ہیں اور بالاجماع ثقہ ہیں۔

دلیل نمبر ۸ : نبی علیہ السلام سے بیس رکعات تراویح قطعاً ثابت نہیں ہے۔

جناب انور شاہ کشمیری دیوبندی فرماتے ہیں :

"واما عشرون رکعة فهو عنه علیه السلام بسند ضعیف وعلی ضعفه اتفاق"
(العرف الشذی : ۱/ ۱۶۶)

لہذا بیس رکعات والی روایت کو امت مسلمہ کا "تلقی بالرد" حاصل ہے یعنی امت نے اسے بالاتفاق رد کر دیا ہے۔

دلیل نمبر ۹ : امیر المومنین سیدنا عمر بن خطابؓ سے باسند صحیح متصل بیس رکعات تراویح قطعاً ثابت نہیں ہیں۔ یحیی بن سعید الانصاری اور یزید بن رومان کی روایتیں منقطع ہیں۔ (اس بات کا اعتراف اکابر حنفی علماء نے بھی کیا ہے)

اور باقی جو کچھ ہے وہ نہ تو خلیفہ کا حکم ہے اور نہ خلیفہ کا عمل، اور نہ خلیفہ کے سامنے لوگوں کا عمل۔ ضعیف و منقطع روایات کو وہی شخص پیش کرتا ہے جو خود ضعیف اور "منقطع" ہوتا ہے۔

دلیل نمبر ۱۰ : کسی ایک صحابی سے باسند صحیح متصل بیس رکعات تراویح قطعاً ثابت نہیں ہیں۔ وتلك عشرة كاملة

لہذا ثابت ہوا کہ گیارہ رکعات سنتِ رسول اللہ علیہ السلام، سنتِ خلفاء راشدینؓ اور سنتِ صحابہؓ ہے۔

امام ابو بکر بن العربی (متوفی ۵۴۳ھ) نے کیا خوب فرمایا ہے کہ : "والصحیح ان یصلی احدی عشر رکعة صلاه النبی صلی الله علیه وسلم و قیامه فا ما غیر ذلك من الاعداد فلا أصل له....."

یعنی : "اور صحیح اور درست بات یہ ہے کہ گیارہ رکعات پڑھنی چاہیے (یہی) نبی علیہ السلام کی نماز اور قیام ہے اور اس کے علاوہ جو اعداد ہیں تو ان کی کوئی اصل نہیں ہے (عارضۃ الاحوذی شرح الترمذی : ۴/ ۱۹)

قارئین کرام!

متعدد علماء (بشمول علماء احناف) سے گیارہ رکعات کا سنت ہونا ثابت ہے۔ چونکہ ہمارے پیارے نبی علیہ السلام اور خلفاء راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ سے گیارہ رکعات ثابت ہیں۔ جیسا کہ اوپر گزرا ہے۔ لہذا ہمیں کسی اور عالم کا حوالہ دینے کی یہاں کوئی ضرورت نہیں ہے۔ وفیه کفایة لمن له درایة ۔